Oriental College Magazine, Vol.102, No. 01, Serial No. 383, 2026

غنی کاشمیری کے فن پر محسن فانی کے اثرات

گوہر اقبال
لیکچرار فارسی،

The influence of Mohsin Fani upon Ghani Kashmiri

Gohar Iqbal
Lecturer in Persian
Govt. Islamia Graduate College, Civil Lines, Lahore

Abstract

Mullah Mohsin Fani and Ghani Kashmiri are among the prominent poets of India. Biographers have mentioned Ghani as a disciple of Mohsin Fani. As a student he deliberately followed Fani’s style. This article examines the technical commonalities between the teacher and the student. Ghani emulates many of his teacher's themes and expressions in a precise manner. In some verses, the verbal and semantic similarities are unusually striking. Ghani often composed his ghazals in Fanni’s bahr. He simplified same ideas and made them more lyrical and accessible.

Keywords:
Mullah Mohsin Fani, Ghani Kashmiri, Teacher and Student, India, Biographers

شیخ محسن فانی

شیخ محسن فانی (۱۶۷۱ء) کا شمار گیارہویں صدی ہجری کے خطۂ دل پذیر کشمیر کے اکابرین میں ہوتا ہے۔ تمام تذکرہ نگاروں نے ان کے علم و فضل، درویش منشی اور خوش طبعی کی تعریف کی ہے اور شاعری کو ان کے جملہ علوم و فنون کا ادنی جزو قرار دیا ہے۔ ان کا تعلق شیخ یعقوب صرفی کشمیری (۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء) کے خاندان سے تھا۔(۱) ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن ہی سے ان کا میلان طبع شاعری کی طرف تھا اور اس فن کی تحصیل کے لیے انھوں نے کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی۔

انھوں نے تکمیلِ تحصیل کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر بھی کیا اور اس کے بعد بلخ پہنچے۔ یہاں ان کی ملاقات نذر محمد خان، والی بلخ سے ہوئی۔ فانی نے ان کی مدح میں کچھ قصاید کہے جو ان کے اس دور کی یادگار ہیں۔ کچھ عرصہ بلخ میں قیام پذیر ہونے کے بعد انھوں نے دوبارہ ہندوستان کا سفر کیا اور اپنے علم و فضل کے بل پر داراشکوہ (۱۶۵۹-۱۶۱۵ء) کے مصاحبوں میں شمار ہونے لگے۔ ولی عہد کو تصوف کی کتابوں میں جو ابہام ہوتا ان کی وضاحت کے لیے فانی سے رجوع کرتا۔ بادشاہ سے تعلق خاطر کی بنا پر الہ آباد میں قاضی القضات کے عہدے پر فائز ہوئے۔

یہاں ان کی ملاقات مشہور صوفی محب اللہ الہ آبادی (۱۶۴۸ء) سے ہوئی۔ فانی ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے اور شیخ سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔(۲)

جب شاہ جہان (۱۶۶۶-۱۵۹۲ء) کے لشکر نے سلطان مراد بخش (۱۶۶۱-۱۶۲۴ء) کی قیادت میں بلخ پر قبضہ کیا تو حاکم بلخ نذر محمد خان کے مال و جائداد کو ضبط کر لیا۔ وہاں کے کتب خانے میں فانی کے دیوان کا ایک نسخہ ملا جس میں انھوں نے نذر محمد خان کی مدح میں قصائد کہے تھے۔ چناں چہ یہ امر شاہ جہان کی ناراضی کا سبب بنا اور فانی کو منصب قاضی القضات سے برطرف کر دیا گیا۔ بادشاہ نے برطرفی کے بعد ان کے لیے ایک معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔

اس کے بعد فانی اپنے آبائی وطن کشمیر چلے گئے اور بقیہ عمر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب اورنگ زیب ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۴ء میں سیر و تفریح کے لیے کشمیر گیا تو فانی کو طلب کر کے خلعت خاص سے نوازا، دو ہزار روپیہ نقد دیا اور وظیفہ بھی مقرر کیا۔(۳)

کشمیر میں فارسی شاعری کی تاریخ میں ان کا اہم مقام ہے۔ انھوں نے دیوان کے علاوہ چار مثنویاں بھی لکھیں، ذیل میں ان کے نام دیے گئے ہیں: مصدر الآثار، ناز و نیاز، ماہ و مہر، ہفت اختر

انھوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام کشمیر ہی میں بسر کیے۔ ان کا سالِ وفات ۱۰۸۲ھ / ۱۶۷۱ء ہے۔(۴)

غنی کشمیری

ملا محمد طاہر کشمیری، خطۂ مینو نظیر کشمیر کے سب سے بڑے اور مشہور ترین شاعر ہیں۔ ان کے آباو اجداد خراسانی تھے اور وہ میر سید علی ہمدانی(۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء) کے ساتھ ہجرت کر کے کشمیر چلے آئے۔

غنی ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء میں سری نگر، کشمیر میں پیدا ہوئے۔(۵) بعض تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ انھوں نے ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء میں شعر کہنا شروع کیا، اس وقت ان کی عمر تقریباً بیس برس تھی، لیکن یہ درست نہیں وہ اس سے پہلے بھی شعر کہتے تھے اور ان کا تخلص طاہر تھا۔ انھوں نے ملا محسن فانی سے کسب فیض کیا۔ غنی، گوشہ گیری اور قناعت و مناعت کو جاہ و دولت پر ترجیح دیتے تھے۔ ان کی زندگی درویشانہ وعارفانہ تھی۔ انھوں نے زندگی کا بیشتر حصہ کشمیر ہی میں بسر کیا۔ مختصر مدت میں اتنی شہرت اور وافر استعداد کے ہوتے ہوئے بھی انھوں نے کسی دربار کا رخ نہ کیا اور نہ ہی کسی وزیر یا امیر کا قصیدہ لکھا، بلکہ عزلت وریاضت ہی میں اپنی زندگی گزار دی۔ وہ ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء میں اپنے استاد محسن فانی سے تین برس پہلے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اس مختصر سی مدت میں انھوں نے بہت سے اشعار یادگار چھوڑے لیکن ان اشعار کو کبھی یکجا کرنے اور دیوان مرتب کرنے کی فرصت انھیں میسر نہ آئی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے دوست محمد علی ماہر(۱۰۸۹ھ /۱۶۷۸ء) نے ان اشعار کو جمع کیا اور اس پر ایک مقدمہ تحریر کیا۔ اپنے دوست کی تاریخِ وفات پر ایک قطعہ بھی لکھا:

چو دادش فیض صحبت شیخ کامل محسن فانی — غنی سر حلقۂ اصحاب او در نکتہ دانی شد
تہی چون کرد بزم شیخ را گردید تاریخ اش — کہ آگاہی سوی دار بقا از دار فانی شد(۶)

کسی بھی شاعر کا اس کے کسی معاصر شاعر کے ساتھ تطبیقی جائزہ لینے سے پہلے ان کے حالاتِ زندگی اور ادبی ماحول کے بارے میں آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر تاریخ اس بارے میں معلومات فراہم نہ کر سکے تو اس شاعر کے دیوان کے سوا اور کوئی ایسا اہم ماخذ نہیں ہے جو اس کی زندگی کے بعض گوشوں کو اجاگر کرتا ہو، اور بعض اوقات اس کے معاصرین کے بارے میں بھی اطلاعات فراہم کر سکے۔ اس کی مدد سے یہ پتا لگایا جا سکتا ہے کہ شاعر کے زیرِ مطالعہ کون کون سی کتابیں رہی ہیں، وہ کن متقدم شعرا کے زیرِ اثر رہا ہے، نیز اس کے جملہ نفسیاتی کوائف بھی بسا اوقات سامنے آجاتے ہیں۔

ملا محسن فانی اور غنی کشمیری ہندوستان کے اہم شعرا میں سے ہیں۔ ان کے حالات زندگی بھی دیگر اہم شعرا کی طرح بہت کم دست یاب ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے غنی کشمیری کا ذکر محسن فانی کے شاگردوں میں کیا ہے ۔ بہ قول استاد سعید نفیسی، کشمیر کے متعدد فارسی شعرا میں سے دو ایسے شاعر ہیں کہ جن کی شخصیت اور کلام ہمیں اپنی طرف کھینچتا ہے۔ وہ ہم عصر ہیں اور استاد و شاگرد بھی۔ ان میں سے ایک ملا محسن فانی ہیں جب کہ دوسرے محمد طاہر غنی۔ ان دو شعرا کو ہندوستان کے نام ور شعرا میں شمار کرنا چاہیے۔(۷) ناقدین نے غنی کی نازک خیالی کو سراہا ہے۔ ان کے کلام میں تازہ مضامین کی فراوانی ہے جو وہ بیشتر ایہام کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

بر نداریم ز اشعارِ کسی مضمون را　　　طبعِ نازک نتواند سخنِ کس برداشت(۸)

ترجمہ: ہم نے کسی کی شاعری سے خوشہ چینی نہیں کی، ہماری طبیعت کی نزاکت کسی کی بات کو کہاں قبول کر سکتی ہے۔

محسن فانی کے کلام کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ غنی نے ان کے بیشتر مضامین اور تراکیب کا بڑے ظریف و دقیق انداز سے اکتساب کیا ہے۔ فانی نے جن مضامین کو بار بار باندھا ہے، غنی بھی انھی موضوعات پر زیادہ قلم اٹھاتے ہیں لیکن اس میں نو آوری و معنی آفرینی ایسی دکھاتے ہیں کہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ فانی یہ مضمون باندھ چکے ہیں۔ مضمون کے ایک پہلو کا انتخاب کرتے ہیں اور اس پر ایک اور مضمون بڑھا دیتے ہیں، جس سے ان کی انفرادیت قائم ہو جاتی ہے۔ بعض شعرا اپنے اساتذہ کے مضامین کو باندھتے ہیں اور انھیں عجز و نارسائی سے لفظی و معنوی طور پر پست کر دیتے ہیں مگر غنی ان سب سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ غنی، آغازِ شاعری میں اپنے استاد کی شاعری پر فریفتہ تھے۔ بعض اشعار میں حد درجہ مشابہت ہے یوں لگتا ہے کہ شاید غنی نے اپنے استاد کے جواب میں وہ اشعار کہے ہیں:

فانی: چون شدند **اربابِ غفلت** ہادی راہِ سلوک　　　ہم چو ما در خواب باید رفت و **از رفتار ماند**(۹)

غنی: رفیقِ **اہلِ غفلت** ہر کہ شد از کار می ماند　　　چو یک پای خفت پای دیگر **از رفتار می ماند**(۱۰)

لفظی مماثلت قابلِ غور ہے۔ غنی نے اسلوب معادلہ کا استادانہ استعمال کر کے شعر کو زیادہ دل کش بنا دیا ہے۔

اسی طرح ذیل میں دیے گئے دوسرے مصرعے میں صرف "ہم چو نرگس" کا اضافہ ہے باقی الفاظ ایک جیسے ہیں، جب کہ مصرع اولیٰ میں لفظِ "دوش" کا استعمال دونوں نے الگ الگ معنوں میں کیا ہے :

فانی: سبو بہ **دوش** گرفتیم و راہ طی کردیم   وگرنہ **کاسئہ سر بار بود بر تن ما**(۱۱)

غنی: **دوش** بی می دل ز سیر باغ در آزار بود   **کاسئہ سر** ہم چو نرگس **بر تنِ ما بار بود** (۱۲)

عام طور پر غنی، ان مضامین کو جو متعدد بار بندھ چکے ہیں ایسے منفرد اور مؤثر اسلوب میں ادا کرتے ہیں کہ وہ تمام بندشوں سے بڑھ جاتا ہے اور اس میں ایسی نزاکتیں پیدا کرتے ہیں جن سے پیشتر شعرا کا کلام خالی ہے:

فانی: چون دسترس بہ **صندل سرخ** شراب نیست   آن بہ کہ فکر **دردِ سر** از ترک سر کنیم(۱۳)

غنی: چو سر بہ پای تو سودم ز **دردِ سر** رستم   حنای پای تو ام کرد کار **صندل سرخ**(۱۴)

دونوں شعرا مخصوص انداز میں جام، جم، پیمانہ، افلاطون اور جمشید کی زبان سے ایسی روایات نقل کرتے ہیں جو عرفانی مسائل کی گرہ کشائی کرتی ہیں۔ یہ انداز بھی غنی نے اپنے استاد ہی سے مستعار لیا ہے:

فانی: بی وضوی می نماز شیشہ ہا نبود قبول   این سخن فانی روایت از لب پیمانہ کرد (۱۵)

غنی: دولت ظاہر و باطن شود از می حاصل   خم روایت ز فلاطون کند و جام ز جم (۱۶)

بعض اوقات ان کے اشعار ایک دوسرے کے معنی کی تفہیم میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ خاک ساری اور خاموشی کی فضیلت کو بہت خوب صورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دونوں شعرا کے نزدیک اہل صفا کا سرمہ عجز و نیاز ہے، اگر کوئی شخص خاموشی اختیار کرلے تو وہ اہل صفا میں شامل ہو جاتا ہے۔ ان دو مطالب کی تفہیم کے لیے آئنے کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ دونوں شعرا کے ہاں ایسے موضوعات کی فراوانی ہے۔ ذیل میں غنی کے دیے گئے اشعار دیکھیے:

می پذیرد ز خموشی دلِ بی نور **صفا**   نفس سوختہ **خاکستر** این **آینہ** است(۱۷)

چون غنی ہر کس کہ دم **از خاک ساری** می زند   می تواند کرد **روشن** از نفس **آینہ** را(۱۸)

نفس من شدہ از سوختگی **خاکستر**   گر شود **آینہ روشن ز دم** من چہ عجب(۱۹)

غنی کے نزدیک دل خاموشی کی بدولت طہارت حاصل کرتا ہے، اور یہ جلی سانسیں اس آئینۂ دل کی خاکستر ہیں جن کی بدولت آئینہ جِلا پاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے شعر میں خاک ساری کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جو کوئی غنی کی طرح خاک ساری کا درست دعوی کرتا ہے وہ اپنی سانسوں سے آئینے کو روشن کر سکتا ہے۔ وہ اپنی ان جلی سانسوں کو "خاکستر" قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح استاد فانی نے بھی خاک

ساری و پائمالی کو خاکستر سے مشابے قرار دیا ہے کہ اس کی بدولت آئینۂ دل روشن ہو جاتا ہے:

نیست **غیر از خاک ساری** سرمۂ اہل **صفا**   **دیدۂ آینہ روشن** جز بہ **خاکستر** نشد (۲۰)

دم از روشن دلی با سادہ لوحان ہم نخواہد زد   اگر **آینہ** دریابد صفای سینۂ ما را (۲۱)

مندرجہ بالا اشعار میں استاد، شاگرد دونوں اس موقع پر شاعرانہ تعلی کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ عجز و انکسار کی عظمت کو ان دو عظیم شعرا نے ایک جگہ یوں بیان کیا ہے:

فانی: گر خطی پیدا کند چون جادہ فانی دور نیست   ہر کہ نقش خاک ساری ہم چو نقشِ پا کند (۲۲)

غنی: نیست میل سر کشی ما را بہ سانِ گرد باد   خویش را چون نقشِ پا کردیم فرشِ رہ گزار (۲۳)

ذیل کے اشعار میں ان دو شعرا کی لفظی و معنوی قرابت ملاحظہ کیجیے۔ فانی "حنا بستن" اور "معنی رنگین بستن" کی ترکیب کا استعمال کرتے ہیں، جب کہ غنی بھی اپنے پیشرو کی تقلید کرتے دکھائی دیتے ہیں:

فانی: تا رسد مشقِ **حنا بستن بہ پای آن نگار**   **معنی رنگین** ز فانی ہر نفس **بستن** خوش است (۲۴)

غنی: جلوہ حسن تو آورد مرا بر سر فکر   **تو حنا بستی** و من **معنی رنگین بستم** (۲۵)

فانی: بیگانہ گشت از من و با دوست آشنا   یعنی **بہ یک کرشمہ** او دل **دو کار ساخت** (۲۶)

غنی: ربود دل ز من و شد رقیب از این بیدل   چہ خوش بود کہ **بر آید بہ یک کرشمہ دو کار** (۲۷)

اہلِ زبان، غنی کا مندرجہ بالا مصرع بہ طورِ محاورہ استعمال کرتے ہیں "چہ خوش بود کہ بر آید بہ یک کرشمہ دو کار"۔ اس کا اصل سرچشمہ بھی فانی ہی کا شعر ہے۔ فانی نے سبک ہندی کے شعرا کی پیروی میں مثالیہ اشعار کہے، ان کی بیشتر غزلیات میں اس منطقی صنعت کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ غنی نے اس صنعت کو اوج کمال تک پہنچایا۔ ذیل میں دیے گئے اشعار دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ فانی کے یہ اشعار یقینی طور پر غنی کی نظر سے گزرے ہوں گے اور انھوں نے اپنی خوش طبعی و بلند فکری سے دلائل تو مختلف دیے لیکن موضوع و الفاظ کی یکسانیت قائم رکھی:

فانی : **حسن ذاتی را** بہ آرایش نباشد احتیاج   شانہ ای درکار نبود طرۂ شمشاد را (۲۸)

غنی : **حسن ذاتی را** غنی بیمی نباشد از زوال   کی بشوید آب بحر از پنجۂ مرجان نگار (۲۹)

فانی: ہر دم رسد **ز عالم بالا مدد** مرا   بر سر بس است سایۂ آن سرو قد مرا (۳۰)

غنی: خاک ساران **مدد از عالم بالا** یابند   گرد را می کند از روی زمین باران پاک (۳۱)

ان دونوں شعرا کا سبکِ ہندی کا شعر دیکھیے، جس میں عاشقوں کی ازل سے گرفتاری حالات کو ایک ہی مثال سے واضح کیا گیا ہے:

فانی: **عاشقان** را از **ازل میلِ گرفتاری** بود — **بلبل** از **شوقِ قفس در بیضہ** بال و پر کشید (۳۲)

غنی: شد مرا **از قفس بیضۂ بلبل** معلوم — کہ **گرفتاری عشاق** بود مادر زاد(۳۳)

سمندر، گرداب اور کفِ دریا سے کیسی کیسی نکتہ آفرینی کی گئی ہے۔ غنی جب بھی اپنے استاد کے بحرِ شعر میں غوطہ زن ہوتے ہیں تو اس سے معنی ہائے آبدار نکال کر لے آتے ہیں اور اسے اپنے شعری نگار خانے کی زینت بناتے ہیں۔ فانی کہتے ہیں کہ اربابِ ہمم کے ہاتھ ان کی حاتمانہ فیاضیوں کے سبب کسی غریب کی جیب کی طرح خالی ہی رہتے ہیں اور اس پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ سمندر کی وسعت کو دیکھو کہ وہ کیسی کیسی مخلوق کو اپنے اندر جگہ دیے ہوئے ہے لیکن اس کی بیرونی سطح دیکھی جائے تو سوائے جھاگ کے جو بے مایہ ہے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اسی طرح غنی کہتا ہے کہ ہر مفلس آدمی اس دنیا کے سمندر میں سر گرداں ہی نظر آتا ہے اور اس نکتے کا انکشاف گرداب سے ہوتا ہے، جو چکر پہ چکر کھاتا ہے لیکن اندر سے خالی ہی رہتا ہے۔ یہاں دونوں کے موضوع مختلف ہیں، لیکن دونوں معانی کا انکشاف سمندر اور اس سے متعلق چیزوں سے کرتے ہیں:

فانی: دستِ **ارباب کرم** چون **کیسہ مفلس تہی** است — **معنی این نکتہ حل** شد از کف دریا مرا(۳۴)

غنی: **ہر تہی کاسہ** در این بحر بود سرگردان — **حل این معنی پیچیدہ** ز گرداب شود (۳۵)

فانی: تشنگی زایل نگردد از غریق بحر عشق — **آب دریا پُر نسازد کاسۂ گرداب را** (۳۶)

غنی: نصیبی نیست از **اہل کرم** برگشتہ طبعان را — **کہ ہرگز پُر نسازد کاسۂ گرداب را دریا** (۳۷)

غنی نے استاد فانی کے مندرجہ بالا شعر کے دوسرے مصرعے میں معمولی سا لفظی تغیر کیا ہے باقی سارا مصرع ویسے ہی لکھ دیا ہے۔ اگر ہم فانی کے اس شعر کو بہ غور پڑھیں جس میں وہ کہتے ہیں کہ جو کوئی عشق کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے، وہ ہرگز بھی اس سے سیر اب نہیں ہوتا، اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ سمندر کا پانی کاسۂ گرداب کو کبھی سیر اب نہیں کرتا، اگرچہ گرداب سمندر ہی کا حصہ ہے، لیکن وہ رہتا خالی ہی ہے۔ فانی کے اس شعر کو مدِ نظر رکھ کر غنی کے اس شعر کا جائزہ لیں جس میں انھوں نے گرداب کی مثال دی ہے تو بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ غنی نے یہاں بھی استاد فانی ہی کا تتبع کیا ہے۔

شمع و پروانہ اور گل وبلبل، عشق وحسن کا ایک بڑا استعارہ ہیں، ان پر بھی ہمارے ان دوشعرا نے خوب طبع آزمائی کی ہے۔ دینی وعرفانی موضوعات کی نسبت عشقیہ موضوعات میں ان کا اشتراک بہت نمایاں ہے:

فانی: نمی باید ز ما پوشیده حسن یار در پرده   کی از **پروانہ** خواہد **شمع در فانوس پنہان شد** (۳۸)

غنی: **نہان شد شمع در فانوس** وبی تاب است **پروانہ**   بہ تقریبی دکان خویش خوبان گرم می سازند(۳۹)

فانی: چہ دانند اہل صورت قدر ما ارباب معنی را   **گل تصویر** را ہم **بلبل تصویر** می باید (۴۰)

غنی: اگر می دید باہم اتحاد بلبل و گل را   مصور می کشید از **رنگ گل** ، **تصویر بلبل** را (۴۱)

فانی: جام اگر سرشار نبود نشا کی گردد بلند   **عشق روز افزون** مرا، از **حسن** روز افزون شود (۴۲)

غنی: **عشق افزون** می شود چو **حسن** می گردد زیاد   تا تو چار ابرو شدی چشمم ز شوقت گشت چار (۴۳)

فانی: برد فانی داغ دل در خاک و ہر شب لالہ را   **روشن** از **شمع مزار** او چراغ خانہ بود (۴۴)

غنی: ہم چو آتش **روشن** از من بود **شمع ہر مزار**   من کہ مردم کس چراغی بر سر خاکم نسوخت (۴۵)

فانی: بس کہ پنہان است راہ عاشقی **مکتوب ما**   خویش را جا در پر و **بال کبوتر** می کند (۴۶)

غنی: چو بستم نامہ بر **بال کبوتر** بستہ شد پایش   تو گویی حلقۂ دام است نقش مہر **مکتوبم** (۴۷)

فانی: بی خود شد و سر در قدم خویش فروبرد   **چون شمع** نپیمود کسی **راہ فنا** را (۴۸)

غنی: در **راہ فنا** حاجت ہمراہ دگر نیست   **چون شمع** پس قافلہ اشک روان است (۴۹)

جس طرح فانی نے پہلے مصرع میں کہا کہ شمع کا اپنے سر کو قدموں تک لے جانا ہی اس کی آخری منزل ہے۔ غنی بھی خود کو شمع کی مانند قرار دیتے ہیں:

چون شمع بود منزل ما زیر پای ما   از پا نشستہ ایم و بہ منزل رسیدہ ایم (۵۰)

فانی نے بالشِ عنقا اور بالشِ سلطنت کی ترکیب کا اپنے کلام میں بیشتر استعمال کیا ہے اور اسے ذاتی استغنا اور دنیا سے بیزاری کے معنوں میں بیان کیا ہے۔ بالشِ پر جیسی نادر ترکیب بھی فانی کے ہاں ملتی ہے لیکن اس کا استعمال نسبتاً کم ہے۔ غنی نے اپنے استاد کی پیروی میں اس ترکیب میں خوب معنی آفرینی دکھائی ہے:

فانی: در خانہ خواب مخمل ہوش **سرت** پرید است   با چند **بالش پر** در **زیر سر** گرفتن (۵۱)

غنی: **بالش** خوبان دگر از **پَر** است   شوخ مرا فتنہ بہ **زیر سر** است (۵۲)

فانی کا مصرع دیکھیے کہ اس سے غنی نے کیا اچھا استفادہ کیا ہے اور کس رنگ میں اس کا استعمال کیا ہے:

فانی: بلبل از شوقِ قفس در بیضہ بال و پر کشید(۵۳)

غنی: پر بر آورد و نیاورد سر از بیضہ برون   بیضۂ بلبل ما بالش پَر گردیدہ است (۵۴)

زمانے کی سرد مہری کا ذکر دیکھیے اور لفظی تشابہ ملاحظہ کیجیے، خورشید، اور مہر جیسے مترادف الفاظ کا استعمال بہت عمدہ ہے۔ فانی نے بام کنایے کے طور پر شعر میں درج کیا، جب کہ غنی نے واضح طور پر آسمان کا لفظ یہاں مناسب سمجھا:

فانی: بال **خورشید** فرو ریخت ز **بی مہری چرخ**   می پرید از سر این **بام** اگر پر می داشت(۵۵)

غنی: در **روزگار مہر نماندہ** است با کسی   ترسم کہ **آفتاب** ہم از **آسمان** رود (۵٦)

"**بغل میں نان**" محاورے کے طور پر استعمال ہوتا ہے، دونوں شعرا نے اسے اپنے اپنے مخصوص انداز میں برتا ہے۔ غنی نے اس محاورے کے ساتھ ساتھ ایک اور محاورہ یعنی "پیٹ پر پتھر باندھنا" لا کر شعر کے معنوی حسن میں اضافہ کیا ہے:

فانی: نیست مارا در **بغل نانی** بہ غیر از قرص داغ   ہر نفس خون می خوریم و شکر احسان می کنیم (۵۷)

غنی: غنی ز فاقہ چو بندیم بر شکم سنگی   گمان برند کہ داریم **در بغل نان** را (۵۸)

لقمۂ زبان کی خوب صورت ترکیب کا استعمال بھی ان دونوں کے ہاں ملتا ہے:

فانی: تا زبان در کام باشد شکر نعمت می کنم   گرچہ مارا لقمہ ای غیر از زبان در کام نیست(۵۹)

غنی: لب سوال غنی پیش ممسکان مگشای   کہ ترسم از دہنت لقمۂ زبان گیرند(٦۰)

دونوں شعرا گوشہ گیری کو بزم آرائی پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ کنج انزوا کو بھی حوادثِ زمانہ کی زد سے محفوظ نہیں پاتے۔ عام طور پر وہ کلاسیکی شعرا کی پیروی میں ان موضوعات کے اظہار کے لیے بیشتر "عنقا" اور "سی مرغ" کا خوب صورت استعارہ استعمال کرتے ہیں:

فانی بہ گوشہ ہم ز حوادث **نجات نیست**   در **کنج انزوا** پر **عنقا** بریدہ اند(٦۱)

غنی: کس را ز دامِ صحبت مردم **نجات نیست**   **عنقا** ست **گوشہ گیر** غنی در زمان ما(٦۲)

غنی: آسودگی بہ گوشۂ عزلت ندیدہ ایم   جان دادہ ایم و کنج مزاری خریدہ ایم(٦۳)

فانی: چو ہست **خواہش شہرت** ترا در این عالم   بہ یک دو روز چو **عنقا** تو نیز پنہان باش(٦۴)

غنی: اگر **شہرت ہوس** داری اسیر دام عزلت شو   کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام **عنقا** را(٦۵)

شمعِ انجمن یا **شمعِ محفل** کی ترکیب کا استعمال ان کے کلام میں ملتا ہے، اور وہ اس سے گوناگوں

مطالب اخذ کرتے ہیں۔

فانی : **شمع بزمِ اہلِ معنی** ہمچو فانی در جہان   از برای گرمیِ ہنگامہ می باید شدن(۶۶)

غنی:خوش آن سالک کہ گیرد پیش راہِ دل ستانی را   قلم باشد بہ جای **شمع بزمِ اہلِ معنی** را(۶۷)

اسی موضوع پر "دم زدن" محاورے کے زوردار استعمال نے معنوی نزاکت میں بھرپور اضافہ کیا ہے:

فانی: از زبان چرب اگر خواہی بہ **مجلس دم زنی**   ہر نفس چون **شمع** باید خون دل در جام ریخت (۶۸)

غنی: چراغِ مجلس ام نبود مرا تابِ جدل با کس   اگر در پیشِ من دم می زنی خاموش می گردم(۶۹)

ذیل میں دیے گئے اشعار سے دونوں شعرا کے کلام میں گہری لفظی قرابت کا بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

فانی: ز **دیدہ مرغ نگاہم** نمی رود بیرون   کہ کردہ است قناعت بہ آب و دانۂ خویش(۷۰)

غنی: در **دیدۂ** سفید **نگاہم** اسیر ماند   آہ این چہ **طائر** است کہ در بیضہ دیر ماند(۷۱)

فانی: نیست با کس از بد و نیک آشنا   ہر کہ فکر **معنی بیگانہ** کرد(۷۲)

غنی: طبع آن شاعر کہ شد با طرز دزدی آشنا   **معنی بیگانہ** داند ، معنی بیگانہ را(۷۳)

فانی: در نظر رہروان کوی تو بشکست   **آبلہ پا** رواج **قبلہ نما** را(۷۴)

غنی: من از قدم سعی بہ مقصود رسیدم   ہر **آبلۂ پای** مرا **قبلہ نما** شد(۷۵)

فانی: تا جلا یافت **رخ دوست** ز **گرد خط** سبز   **آب را آینہ** از جدول **زنگار** برد(۷۶)

غنی: بی صفا از **گرد خط** گلزار**حسن یار** شد   **آب این آینہ** صرف سبزہ **زنگار** شد(۷۷)

فانی: **بہ بوی جامہ یوسف مناز** ای **پیر نادیدہ**   مرا ہم بوی مَی می آید از پیراہنِ مینا(۷۸)

غنی: **ز بوی جامہ می ناز د بہ خود یعقوب** و زین غافل   کہ یوسف با زلیخا عیش در یک پیرہن دارد(۷۹)

فانی: بس کہ مانند عصا در زندگی از خود نرفت   **زاہدِ** دل مردہ **زیرِ گنبدِ دستار** ماند(۸۰)

غنی: تا شود قبرش زیارت گاہ اربابِ ریا   خویش را **زاہد** بہ **زیرِ گنبدِ دستار** کشت(۸۱)

فانی: تا ز رشکِ گل کمر در خونِ بلبل بستہ ایم   **بالِ بلبل را بہ حالِ دستۂ گل بستہ ایم**(۸۲)

غنی: **بالِ بلبل را بہ جای دستۂ گل بستہ ایم**   برد از خود بس کہ ما را نالہ ہای عندلیب(۸۳)

فانی کے مندرجہ بالا دوسرے مصرع کو غنی نے معمولی لفظی تغیر سے ویسے ہی نقل کر دیا ہے۔ "بہ حال" کی بجائے "بہ جای"۔

دونوں شعرا کے کلام میں شیخ سعدی شیرازی (۱۲۹۲ء) کی شہرۂ زماں کتاب "بوستان" کا ذکر ملتا ہے۔ برصغیر کے کئی اہم شعرا نے اپنے دواوین میں "گلستان" اور "بوستان" دونوں کا ذکر کر رکھا ہے:

فانی: در گلستان نامہ ای بادوستان باید نوشت چند بیتی از کتابِ **بوستان** باید نوشت (۸۴)

غنی: لافِ موزونی زند مانندِ سرو ہر کہ خواند صفحہ ای از **بوستان** (۸۵)

یہ لفظی و معنوی اشتراک ان کے بعض مصرعوں میں بھی موجود ہے:

فانی: دولت اہل کرم **رانبود بیم زوال** (۸۶)

غنی: راستی **رانبود بیم زوال** (۸۷)

فانی: کہ این **اخگر** سری از **جیب خاکستر** برون آرد (۸۸)

غنی: اخگری پنہان تہ این **تودۂ خاکستر** است (۸۹)

فانی: رسید برلب **من** جان و جسم بر**لب گور** (۹۰)

غنی: ترسم کہ **لبم** ہم چو**لب گور** شود خشک (۹۱)

فانی: سینۂ ما **از غبارِ خاطرِ ماروشن است** (۹۲)

غنی: چشمِ خوبان **از غبارِ خاطرِ ماروشن است** (۹۳)

فانی: **اعتبار شہد** جز در **خانۂ زنبور** نیست (۹۴)

غنی: **زنبور خانہ** ایست کہ از **انگبین** پُر است (۹۵)

ہمارے ان دو شعرا کے مزاج میں بھی ہم آہنگی ہے۔ دونوں کی طبیعت میں عارفانہ استغنا ہے۔ اگرچہ فانی، شاہی دربار سے منسلک رہے لیکن وہاں مستقل سکونت اختیار نہ کی اور بعد میں درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ دونوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ کشمیر ہی میں بسر کیا، اور اپنے کلام میں وطن کو محبت کا خراج پیش کیا۔ یہاں ہندوستان کے بارے میں ان کے خیالات دیکھیے:

فانی: بہ غیر **ہند** کز او ہست باغ عالم سبز بہ ہیچ خاک نگردید **تخم آدم** سبز (۹۶)

غنی: در نمک زار سواد **ہند** شادابی کم است گر در آن جا **سبزہ ای** باشد ز **تخم آدم** است (۹۷)

اسی طرح دونوں شاعر اپنے کلام میں کشمیر کا ذکر بڑی محبت سے کرتے ہیں۔ وطن سے دوری ایک ایسا کرب ناک تجربہ تھا جسے انھوں نے ہندوستان آ کر محسوس کیا۔ ہندوستان کی مدح میں بھی اشعار ملتے ہیں، لیکن وطن کی محبت ہمیشہ غالب نظر آتی ہے۔ ذیل میں دیے گئے اشعار ان دونوں کے سفر ہند کی یادگار ہیں:

فانی از بختِ سیاہت شدہ در ہند وطن　　ورنہ جای تو بجز گوشۂ کشمیر نبود(۹۸)

کردہ است ہوای ہند دل گیر مرا　　ای بخت رسان بہ باغ کشمیر مرا (۹۹)

یہ ان خوش نصیب شعرا میں سے ہیں کہ جنھیں زندگی ہی میں شہرت نصیب ہو گئی تھی۔ ان کے کلام کو ہندوستان اور اس کے اطراف واکناف میں سراہا جاتا تھا۔ اس شہرت کے باوجود انھوں نے گوشہ نشینی کو ترجیح دی:

نامِ فانی سیر در اقلیم شہرت می کند　　گرچہ خود از گوشۂ کشمیر تا کابل نرفت (۱۰۰)

غنی: کردہ ز جہان شغل سخن گوشہ گزینم　　تا خامہ مسافر شدہ ، من خانہ نشینم (۱۰۱)

جس طرح غنی نے خامہ کو مسافر بنایا، اسی طرح فانی نے ایک جگہ اپنے شعر و سخن کو مسافر کے طور پر پیش کیا ہے جو سیر عالم پر جا نکلا ہے۔ صنعتِ تضاد فانی کو بے حد مرغوب ہے اور یہاں بھی اس کا عمدگی سے استعمال کیا گیا ہے:

شعر ما گر سیر عالم کرد فانی دور نیست　　بستن معنی سخن را بال و پر وا کردن است(۱۰۲)

فانی کو بچپن ہی سے شعر و سخن سے طبعی مناسبت تھی۔ انھوں نے اس فن کی تحصیل کے لیے کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی۔ بعض مقامات پر تو وہ کہتے ہیں کہ شاعری ان کے گلشنِ دل کا خود رو سرو ہے جسے کسی کی تراش خراش کی حاجت نہیں۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

ہر نقش کہ خواہیم توانیم رقم کرد　　ہر چند کہ تعلیم ز استاد نداریم(۱۰۳)

غنی اپنے فارغ الاصلاح ہونے کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں کہ ہماری جہالت کو بغیر کسی وجہ کے نہ سمجھیے، ہم نے اپنی بلند ہمتی سے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا:

بی وجہ مدان جاہلی ما کہ ز استاد　　از ہمت عالی نگرفتیم سبق را(۱۰۴)

ہمارے یہ شعرا انعام و اکرام وصلۂ شعر سے بھی بے نیاز ہیں:

صلۂ شعر نخواہد ز بزرگان فانی　　بہ **ہمین** ریزشِ تحسین سخن ممنون است (۱۰۵)

غنی چرا **صلۂ شعر** از کسی گیرد　　**ہمین** بس است کہ شعرش گرفت عالم را(۱۰۶)

دونوں شعرا نے ایک جیسی زمین میں اشعار کہہ رکھے ہیں۔ اس دور میں ہم طرحی مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ شعرا ایک ہی زمین میں شعر کہا کرتے اور تحسینِ شعر وصول کرتے۔ اگرچہ غنی ہم طرحی غزلیات کو پسند نہیں کرتے، اور انھوں نے کہہ رکھا ہے کہ کسی دوسرے کی زمین میں تصرف کرنا، مناسب بات نہیں ہے:

غنی طرح سخن خود کن اگر میل سخن داری چرا باید تصرف در زمین دیگران کردن (۱۰۷)

در زمین طرح از ما سبز گردد کم سخن حرف خود از سادہ لوحی بر زمین نتوان زدن (۱۰۸)

اسی طرح غنی نے اپنے کلام میں ان حاسدین کا ذکر بھی کیا جو ان کے کلام کو چرا لے جاتے ہیں۔ انھیں ہمیشہ یہ کھٹکا سا لگا رہتا ہے کہ ان کے حریف شعر دزد اور مضمون ربا ہیں، وہ اپنی بعض کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

بہ بزمِ نکتہ سنجان سرخ روئی از سخن دارم پرَد رنگم چو دزدی معنیٔ رنگین برَد از من (۱۰۹)

ایسے کئی اشعار ان کے کلام میں ملتے ہیں کہ جہاں وہ کہتے ہیں کہ ہماری نزاکتِ طبع کو کب یہ گوارا ہے کہ کسی شاعر کی خوشہ چینی کرے، لیکن ایک مقام پر انھوں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ موزوں طبع دوستوں کو سن کر ان کا جوشِ شعر و سخن برانگیختہ ہوتا ہے:

استماعِ دوستان آورد ما را در سخن پردہ ہای ساز ما جز پردہ ہای گوش نیست (۱۱۰)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غنی اس عہد کے شعری حلقوں میں بھی شریک ہوتے ہوں گے، یا کسی شعری نشست کا اہتمام ہوتا ہوگا، جس میں وہ اساتذہ اور اپنے احباب کا کلام سنتے ہوں گے اور اپنے اشعار سنا کر ان سے دادِ سخن وصول کرتے ہوں گے۔ ایسے شواہد ہمیں فانی کے ہاں بھی ملتے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ وہ دوستوں کا کلام سنتے ہیں اور اہلِ معنی کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ ایک استاد شاعر ہونے کے ناتے ان کی رہنمائی سے شعرا کا خامۂ بے برگ و نوا، نوا گستر ہوتا، اگر ہم یہ کہیں کہ زخمۂ فانی سے غنی کاشمیری کے پردہ ہائے ساز سے ابدیت کے زمزمے پھوٹے تو بے جا نہ ہوگا۔ فانی نے یقینی طور پر ان شاہدانِ معنوی کو حک و اصلاح سے مزین کیا:

ز رطب و یابس اشعار یاران شد چنان ظاہر کہ در دریای خاطر ہم خس و خاشاک می افتد (۱۱۱)

ہر کس ز اہلِ معنی شاگردِ من نگردد گر صد کتاب خواند استادِ فن نگردد (۱۱۲)

ذیل میں استاد و شاگرد کے ایک ہی زمین میں کہے گئے ان اشعار کو درج کیا جاتا ہے جن میں لفظی مشابہت بھی واضح ہے:

فانی ار خواہی کہ گردی سجدہ گاہ **اہل دل** روز و شب در **زیر پا افتادہ چون سجادہ باش** (۱۱۳)

گر بہ روی آب رفتن آرزو داری غنی **زیر پای اہل دل افتادہ چون سجادہ باش** (۱۱۴)

قدم برون ننہادم ز صحن **خانۂ خویش** چون نقش پای نشستم بر **آستانۂ خویش** (۱۱۵)

سفر چگونہ گزینم ز **آستانۂ خویش**	کہ ہم چو مردم چشم بہ قید **خانۂ خویش** (۱۱۶)
نیست **چشم از اشک** حسرت در غم جانانہ پُر	این صدف را ابرِ رحمت کرد از **دُر دانہ پُر** (۱۱۷)
کاسۂ خود می کند ہر کس بہ آب و **دانہ پُر**	مردم **چشم مرا از اشک** شد پیمانہ پُر(۱۱۸)
فرہاد گو مناز ز خامی بہ **جوی شیر**	آمد ہنوز از دہن تیشہ بوی شیر(۱۱۹)
چشمش سفید شد بہ رہ انتظار دوست	حرفی ست این کہ **کوہکن** آورد **جوی شیر** (۱۲۰)
گفت در گوش قدح گشت چو **مینا خالی**	کس نکرد است چو من دل ز تمنا خالی(۱۲۱)
در غم آباد جہان نیست بہم عیش مدام	گشت تا جام پُر از می شدہ **مینا خالی**(۱۲۲)
ای بستہ بہ دل صد گرہ از خواہش دانہ	**چون** رشتۂ تسبیح **مرو خانہ بہ خانہ**(۱۲۳)
سیلی نخورد تا ز کف اہل زمانہ	**چون** مہرۂ شطرنج **مرو خانہ بہ خانہ**(۱۲۴)
قانع بہ حسن لیلی شد از جمال مطلق	موج سراب **گردید زنجیر پای مجنون**(۱۲۵)
حاجت بہ قید دیگر نبود برای مجنون	**گردید** شاخ آہو **زنجیر پای مجنون**(۱۲۶)
دل بستہ جا مشو چو گرداب	بر خاک چو **آفتاب بنشین**(۱۲۷)
با دامن تر شدم بہ محشر	گفتند در **آفتاب بنشین**(۱۲۸)
از ذوق شربت مرگ جان در بدن نگنجد	تن ہم از این حلاوت **در پیرہن نگنجد** (۱۲۹)
باشد نشاط دیگر در عالم تجرد	ہر کس کہ گشت عریان **در پیرہن نگنجد** (۱۳۰)

نتیجہ گیری:

برصغیر کے ان دونام آور شعرا کا فنی جائزہ لینا جو استاد و شاگرد بھی ہیں اور ہم عصر بھی۔اس نوعیت کی ادبی تحقیق یقینی طور پر کسی بھی دل چسپی سے خالی نہیں ہو گی۔ محسن فانی اپنے عہد کے ان استاد شعرا میں سے ہیں جن کے دامنِ تربیت سے بہت سے شعرا نے فیض پایا، ان میں غنی سرِ فہرست ہیں۔ غنی کو اس دور ہی میں ان شعرا کا سرخیل مانا جاتا تھا جو استاد فانی کے زیرِ تربیت تھے۔اس زمانے میں طرحی مشاعروں کا رواج تھا۔ ایک ہی زمین میں مشقِ سخن کی جاتی۔معاصر شعرا اپنے متقدمین سے کسب کرتے اور بیشتر اسی رنگ، اسی لہجے اور انھی تراکیب کی مدد سے شعر کہا کرتے۔اساتذۂ فن سے اصلاحِ سخن بھی لیتے تھے۔اسی ادب پرور ماحول میں غنی نے تربیت پائی اور ان ادبی نشستوں اور طرحی مشاعروں میں اپنے استاد محسن فانی کے اسلوب سے وہ متاثر بھی ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں استاد فانی کی جھلک نمایاں ہے۔ اسی ملابسَت اور قلمی ممارسَت کی بدولت ان کے فکر و فن کے ارتقائی مراحل طے ہوئے۔ غنی نے اپنے کلام میں

بعض مقامات پر اپنے استاد سے لفظی اقتباس بھی کیا ہے۔ ان کے بعض مصرعوں کو معمولی تبدل سے ویسے ہی نقل کر دیا ہے۔ ایسے اشعار بھی ہیں جنھیں پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ فانی کے جواب میں انھوں نے کہہ رکھے ہیں۔ وحدتِ مضمون کے ساتھ ساتھ لفظی و معنوی شباہت بھی واضح ہے، لیکن غنی کا طریقۂ اظہار زیادہ مؤثر اور طبع زاد ہے۔ ان دو شعرا کی ہم طرحی غزلیات پر غور کرنے سے بھی یہ فرق معلوم کیا جا سکتا ہے۔ غنی نے استاد فانی کے بعض سیدھے سادے خیالات اور اسلوب میں نزاکتیں اور لفظی تصرفات سے کام لے کر ان میں ندرت اور طرفگی پیدا کر دی ہے۔ اگر وہ اسی روش پر چلتے اور اس سے سر مو تجاوز نہ کرتے تو شاید وہ اپنے معاصر شعرا سے نمایاں نہ ہوتے۔ ان کی معنی آفرینی اور حسنِ بیان نے انھیں جریدۂ عالم پر دوام بخشا اور اس پیروی یا تقلید کے باوجود غنی اپنی خلاقیت، جدتِ ذہن اور سلامتی طبع کے باعث اپنے ہم عصر شعرا میں منفرد رہے۔ غنی کے پیشروؤں میں بہت سے ایسے نام ور مشاہیر گزرے ہیں جو شعری خصائص میں کسی سے کچھ کم نہ تھے، لیکن مجموعی تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی ہم پلہ نہ ہو سکا۔ بعض اسلوبِ بیان خاص انھی کی مخترعات ہیں۔ انھوں نے زمینِ سخن میں وہ اختراعی کمال اور مہارت بہم پہنچائی کہ ایرانی شعرا بھی ان کے دل دادہ ہو گئے۔ صائب تبریزی جیسا برجستہ شاعر، ان کے ایک شعر پر اپنا دیوان قربان کرتا ہے۔

استاد سعید نفیسی کے بہ قول "فانی اور غنی کی شاعری میں ایک تفاوت یہ ہے کہ غنی نے اپنی بہت سی غزلیات کے اشعار حذف کر دیے جو یقیناً ان کی نظر میں اچھے نہیں تھے۔ بعض اوقات وہ ایک غزل کہتے تو اس میں صرف ایک شعر ہی کو باقی رہنے دیتے۔ ہم یہ نہیں جان سکتے کہ ان کے حذف کردہ اشعار کس درجے کے تھے، یہی وجہ ہے کہ شاعری میں ان کے تمام تر افکار ہماری دسترس میں نہیں ہیں۔ جب کہ استاد فانی کا مکمل کلام صحیح حالت میں موجود ہے۔ اس کی مدد سے ان کے شعری تخیل سے آگاہی حاصل کی جا سکتی ہے"۔(۱۳۱)

غنی کے حذف کردہ اشعار یقیناً کسی نہ کسی پہلو سے ان کی نظر میں کھٹکتے ہوں گے لیکن ان کی اہمیت ہمارے لیے بہر حال ہے اور اگر وہ اشعار کسی بیاض میں منظرِ عام پر آ جاتے تو ان کی فکر کے بہت سے پہلو اجاگر ہو جاتے۔ اس دور کے طرحی مشاعروں کی بعض غزلیں بھی یادگار کے طور پر سامنے آ جاتیں۔ ان کی اپنے استاد فانی اور دیگر شعرا سے فکری و فنی مماثلت کا دائرہ بھی وسیع ہو جاتا۔ عین ممکن ہے کہ بہت سے نادر اشعار ان کی عاجلانہ اور لاابالی طبیعت کی زد میں آ گئے ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) حسام الدین راشدی، تذکرہ شعرای کشمیر، بخشِ سوم، (کراچی: اقبال اکادمی، ۱۳۴۶)، ۱۰۴۵۔

(۲) ذبیح اللہ صفا، تاریخِ ادبیات در ایران، جلد پنجم، بخش سوم، (تہران: انتشارات فردوسی، ۱۳۷۳)، ۱۲۸۵۔

(۳) حمیدہ حجتی، دانشنامہ ادب فارسی، جلد چہارم، بخش سوم، بہ سرپرستی حسن انوشہ، (تہران: انتشارات وزارت فرہنگ و ارشادِ اسلامی، ۱۳۸۰)، ۱۹۲۲۔

(۴) ڈاکٹر گرداری لعل تیکو، پارسی سرایان کشمیر، (تہران: انتشارات انجمن ایران و ہند، ۱۳۴۲)، ۴۸۔

(۵) خواجہ عبدالحمید عرفانی، تذکرہ شعرای پارسی زبان کشمیر، (تہران: انتشارات کتاب فروشی ابنِ سینا، ۱۳۳۵)، ۱۴۸۔

(۶) ذبیح اللہ صفا، تاریخِ ادبیات در ایران، جلد پنجم، بخش سوم، (تہران: انتشارات فردوسی، ۱۳۷۳)، ۱۲۵۶۔

(۷) ڈاکٹر گرداری لعل تیکو، دیوانِ محسن فانی، مقدمہ استاد سعید نفیسی، (تہران: انتشارات انجمن ایران و ہند، ۱۳۴۲)، الف۔

(۸) غنی کشمیری، دیوان غنی کشمیری، ۴۵۔

(۹) محسن فانی، دیوان محسن فانی، ۸۷۔

(۱۰) غنی کشمیری، دیوان، ۹۵۔

(۱۱) فانی، دیوان، ۱۱۔

(۱۲) غنی، دیوان، ۹۴۔

(۱۳) فانی، دیوان، ۱۲۰۔

(۱۴) غنی، دیوان، ۶۸۔

(۱۵) فانی، دیوان، ۸۸۔

(۱۶) غنی، دیوان، ۱۹۶۔

(۱۷) ایضا، ۵۰۔

(۱۸) ایضا، ۱۲۔

(۱۹) ایضا، ۳۷۔

(۲۰) فانی، دیوان، ۱۰۲۔

(۲۱) ایضا، ۱۵۔

(۲۲) ایضا، ۶۷۔

(۲۳) غنی، دیوان، ۱۱۲۔

(۲۴) فانی، دیوان، ۶۰۔

(۲۵) غنی، دیوان، ۱۷۰۔

(۲۶) فانی، دیوان، ۳۲۔

(۲۷) غنی، دیوان، ۱۱۴۔

(۲۸) فانی، دیوان، ۱۹۔

(۲۹) غنی، دیوان، ۱۱۵۔

(۳۰) فانی، دیوان، ۵۔

(۳۱) غنی، دیوان، ۱۲۵۔

(۳۲) فانی، دیوان، ۸۶۔

(۳۳) غنی، دیوان، ۲۷۔

(۳۴) فانی، دیوان، ۲۔

(۳۵) غنی، دیوان، ۱۷۔

(۳۶) فانی، دیوان، ۶۱۔

(۳۷) غنی، دیوان، ۶۔

(۳۸) فانی، دیوان، ۷۰۔

(۳۹) غنی، دیوان، ۱۰۵۔

(۴۰) فانی، دیوان، ۹۴۔

(۴۱) غنی، دیوان، ۷۔

(۴۲) فانی، دیوان، ۱۰۵۔

(۴۳) غنی، دیوان، ۱۱۲۔

(۴۴) فانی، دیوان، ۶۴۔

(۴۵) غنی، دیوان، ۶۰۔

(۴۶) فانی، دیوان، ۸۸۔

(۴۷) غنی، دیوان، ۱۳۹۔

(۴۸) فانی، دیوان، ۲۰۔

(۴۹) غنی، دیوان، ۱۲۰۔

(۵۰) ایضا، ۱۳۵۔

(۵۱) فانی، دیوان، ۱۳۵۔

(۵۲) غنی، دیوان، ۴۲۔

(۵۳) فانی، دیوان، ۸۶۔

(۵۴) غنی، دیوان، ۶۵۔

(۵۵) فانی، دیوان، ۲۸۔

(۵۶) غنی، دیوان، ۱۰۹۔
(۵۷) فانی، دیوان، ۱۱۸۔
(۵۸) غنی، دیوان، ۸۔
(۵۹) فانی، دیوان، ۵۰۔
(۶۰) غنی، دیوان، ۱۰۸۔
(۶۱) فانی، دیوان، ۲۷۔
(۶۲) غنی، دیوان، ۷۔
(۶۳) ایضا، ۱۳۵۔
(۶۴) فانی، دیوان، ۱۱۳۔
(۶۵) غنی، دیوان، ۱۔
(۶۶) فانی، دیوان، ۱۳۴۔
(۶۷) غنی، دیوان، ۲۵۔
(۶۸) فانی، دیوان، ۶۲۔
(۶۹) غنی، دیوان، ۱۴۱
(۷۰) فانی، دیوان، ۱۳۰۔
(۷۱) غنی، دیوان، ۹۳۔
(۷۲) فانی، دیوان، ۵۷۔
(۷۳) غنی، دیوان، ۱۳۔
(۷۴) فانی، دیوان، ۱۰۔
(۷۵) غنی، دیوان، ۶۷۔
(۷۶) فانی، دیوان، ۹۶۔
(۷۷) غنی، دیوان، ۹۳۔
(۷۸) فانی، دیوان، ۱۸۔
(۷۹) غنی، دیوان، ۸۲۔
(۸۰) فانی، دیوان، ۸۶۔
(۸۱) غنی، دیوان، ۵۲۔
(۸۲) فانی، دیوان، ۱۲۳۔
(۸۳) غنی، دیوان، ۳۶۔
(۸۴) فانی، دیوان، ۴۲۔
(۸۵) غنی، دیوان، ۱۵۷۔
(۸۶) فانی، دیوان، ۴۲۔
(۸۷) غنی، دیوان، ۱۲۷۔
(۸۸) فانی، دیوان، ۹۰۔
(۸۹) غنی، دیوان، ۳۸۔
(۹۰) فانی، دیوان، ۱۱۰۔
(۹۱) غنی، دیوان، ۱۲۵۔
(۹۲) فانی، دیوان، ۱۳۱
(۹۳) غنی، دیوان، ۱۳۹۔
(۹۴) فانی، دیوان، ۵۷۔
(۹۵) غنی، دیوان، ۴۳۔
(۹۶) فانی، دیوان، ۱۱۱۔
(۹۷) غنی، دیوان، ۳۸۔
(۹۸) فانی، دیوان، ۳۷۔
(۹۹) غنی، دیوان، ۳۔
(۱۰۰) فانی، دیوان، ۵۴۔
(۱۰۱) غنی، دیوان، ۱۳۷۔
(۱۰۲) فانی، دیوان، ۶۱۔
(۱۰۳) ایضا، ۱۲۳۔
(۱۰۴) غنی، دیوان، ۱۴۔
(۱۰۵) فانی، دیوان، ۴۵۔
(۱۰۶) غنی، دیوان، ۲۴۔
(۱۰۷) غنی، دیوان، ۱۵۵۔
(۱۰۸) ایضا، ۱۵۱۔
(۱۰۹) ایضا، ۱۵۳۔
(۱۱۰) ایضا، ۴۴۔
(۱۱۱) فانی، دیوان، ۱۰۳۔
(۱۱۲) ایضا، ۹۷۔
(۱۱۳) ایضا، ۱۱۴۔
(۱۱۴) غنی، دیوان، ۱۲۰۔
(۱۱۵) فانی، دیوان، ۱۱۳۔
(۱۱۶) غنی، دیوان، ۱۲۲۔
(۱۱۷) فانی، دیوان، ۱۰۸۔
(۱۱۸) غنی، دیوان، ۱۱۵۔
(۱۱۹) فانی، دیوان، ۱۰۹۔
(۱۲۰) غنی، دیوان، ۱۱۵۔
(۱۲۱) فانی، دیوان، ۱۴۲۔
(۱۲۲) غنی، دیوان، ۱۶۲۔
(۱۲۳) فانی، دیوان، ۱۳۷۔
(۱۲۴) غنی، دیوان، ۱۵۹۔
(۱۲۵) فانی، دیوان، ۱۳۵۔
(۱۲۶) غنی، دیوان، ۱۵۵۔
(۱۲۷) فانی، دیوان، ۱۳۵۔
(۱۲۸) غنی، دیوان، ۱۵۴۔
(۱۲۹) فانی، دیوان، ۸۷۔
(۱۳۰) غنی، دیوان، ۱۰۱
(۱۳۱) فانی، دیوان، الف ۔

BIBLOGRAPHY

- Hasam ul Din Rashidi, tazkera shuara i Kashmir,(Karachi:Iqbal academy,1346)
- Zabeeh Ullah Safa, tarek i adabeyat dar Iran, (Tehran:intesharat firdousi,1373)
- Hameda Hujati, danish nama adab i farsi, sarparasti Hasan anushay (Tehran: intesharat wazarat i farhang wa Irshad i islami,1380)
- Gardari Laal teku, parsi sarayan i Kashmir,(Tehran: intesharat anjuman Iran wa hind,1342)
- Khawaja Abdul hameed irfani, tazkira shuara i parsi zaban Kashmir, (Tehran:intesharat kitab farushi ibn i Sina,1335)
- Mohsin fani, Diwan i Mohsin fani, tasheeh, gardari Laal teeku, (Tehran: intesharat anjuman e Iran wa hind,1342)
- Ghani kashmiri, Diwan i Ghani kashmiri, tasheeh Ahmad karami, sisila i nashreyat"maa"1362

❖❖❖